عشرۂ ذی الحجہ کیسے گزاریں......؟؟؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للّٰه نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا و نعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له و نشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له و نشهد أن سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله أرسله إلى كافة الناس بشيرا و نذيرا و داعيا إلى الله بإذنه و سراجا منيرا صلى الله تعالى عليه و على أله و أصحابه و بارک و سلم تسليما كثيرا كثيرا.

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم ○ باسم الله الرحمٰن الرحيم ○

والفجر وليال عشر ○ وقال تعالیٰ: ويذكروا اسم الله فى ايام معلومٰت وقال تعالیٰ: ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فى كتٰب الله يوم خلق السمٰوٰت والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم وقال تعالیٰ: الحج اشهر معلومٰت

وعن عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ما من أيام العمل الصالح فيها أحب إلى الله من هذه الأيام، يعنى أيام العشر. قالوا: و لا الجهاد فى سبيل الله يا رسول الله؟ قال: و لا الجهاد فى سبيل الله، إلا رجل خرج بنفسه و ماله ثم لم يرجع بشيئ من ذلک. أو كما قال عليه الصلاة و السلام.

اشہر حرم:

آج ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہو چکا، یہ ذوالحجہ کی پہلی شب ہے۔ یہ اسلامی کیلینڈر کا آخری مہینہ ہے۔ ان میں شوال، ذوالقعدۃ اور ذوالحجہ یہ حج کے مہینے کہے جاتے ہیں۔ اور ذوالقعدۃ، ذوالحجہ، محرم اور رجب یہ اشہر حرم (حرمت والے مہینے) کہلاتے ہیں۔ ابھی آپ کے سامنے جو آیت پڑھی گئی اس میں ان کا تذکرہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے ان کے لیے مخصوص احکام تھے، ان کا خاص ادب واحترام لازم کیا گیا تھا، ان دنوں آپس میں کوئی جنگ نہیں کی جاسکتی تھی، کچھ پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔

اے اللہ تو گواہ رہ!!!

اسی ذوالحجہ کی ۹/تاریخ کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ کو یوم النحر (قربانی کا دن) کہا جاتا ہے۔ ویسے قربانی کے تین دن ہیں، البتہ پہلے دن کو دوسرے دو دنوں کے مقابلے میں افضل قرار دیا گیا ہے۔ اسی ۱۰/ذوالحجہ کو قرآن کریم میں یوم الحج الاکبر کہا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبے میں حضرات صحابہؓ کے سامنے فرمایا: **ألا هل بلغتُ**؟ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچادیا؟ صحابہؓ نے جب اس کا اقرار کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے فرمایا: **اللھم اشھد** (اے اللہ! تو گواہ رہ) یہ لوگ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ میں نے تیرا پیغام ان تک پہنچایا۔

حج کے دو ہی رکن......:

اسی ذوالحجہ کے ۵/دن: ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ایام حج کہے جاتے ہیں۔ اسی ذوالحجہ

کے ۱۱، ۱۲، ۱۳ تین دن ایام تشریق کہے جاتے ہیں۔ چوں کہ ہمارے معاشرے اور سوسائٹی میں ذو الحجہ کے جو فضائل قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں، ان کے مطابق ان بابرکت ایام کو جس طرح وصول کرنا چاہیے ویسے نہیں کیے جاتے۔ حج میں دو ہی رکن ہیں: (۱) وقوف عرفات (۲) طواف زیارت۔ وقوف عرفات کا وقت طے شدہ ہے، وہ ۹/ ذی الحجہ کے زوال کے بعد ظہر سے ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق تک ہے۔ گویا اتنے وقت میں کوئی آدمی عرفات میں ٹھہر جائے، تو اس کا فریضہ ادا ہو جائے گا، اور اس کا حج معتبر قرار دیا جائے گا۔

ولیال عشر سے کیا مراد ہے؟:

اس میں دوسری قَسم ولیال عشر ہے۔ دس راتوں کی قسم۔ ان سے کیا مراد ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ جن کی باتیں قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلے میں مستند سمجھی جاتی ہیں، یہ امام المفسرین ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ بھی جگہ جگہ ان کے اقوال نقل فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس سے ذو الحجہ کا پہلا عشرہ مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس پہلے عشرے کی قسم کھائی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی، تو اس سے اس پہلے عشرے کی اہمیت، عزت اور شرف کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ چناں چہ بہت سے بڑے بڑے مفسرین نے اسی کو راجح قرار دیا ہے: حضرت عبداللہ بن عباس، مجاہد، ضحاک، حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے، تفسیر کے دیگر ائمہ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

سید الایام و سید اللیالی:

سال کے دنوں میں کون سے دن سب سے افضل ہیں؟ یہ بعض حضرات علماء کے درمیان موضوع بحث بنا۔ دو عشرے ہیں: (۱) رمضان کا آخری عشرہ (۲) ذو الحجہ کا پہلا

عشرہ۔ ان دو میں افضل کون؟

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس سلسلے میں فیصلہ کن بات فرمائی۔ اور عام طور پر اہل علم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ دنوں میں تو ذوالحجہ کے یہ دس دن افضل ہیں۔ اور راتوں میں رمضان کی دس راتیں افضل ہیں۔ چوں کہ دنوں میں عرفہ کا دن ان ہی دس دنوں میں آتا ہے۔ اور عرفہ کے دن کو سید الایام (سال کے تمام دنوں کا سردار) کہا گیا ہے، تو سال کے تمام دنوں کا سردار ان دس دنوں میں آتا ہے، لہٰذا یہ دس دن رمضان کے دس دن سے بھی افضل۔ اور راتوں میں سید اللیالی (راتوں کی سردار، یعنی لیلۃ القدر) رمضان کی ان دس راتوں میں آتی ہے، اس لیے وہ افضل۔

اتنی فضیلت کیوں......؟؟؟:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کلام کیا ہے کہ ان دنوں کو اتنی فضیلت کیوں حاصل ہے؟ چناں چہ اس کی وجہ پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ یہ دن ایسے ہیں کہ اسلام کی ساری عبادتیں ان دنوں میں ادا ہو سکتی ہیں۔ ان دنوں میں حج، قربانی، روزہ (اگر رکھنا چاہیں تو)، عمرہ (اگر کرنا چاہیں تو)۔ غرض ہر نیکی کا کام کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ رمضان جیسا رمضان!!! کوئی اس میں حج کر سکتا ہے؟ دیکھو! رمضان کے روزے فرض کیے، لیکن کوئی آدمی فرض کے سوا نفل روزے سال میں پانچ دنوں کو چھوڑ کر جب چاہے رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے، ان کے علاوہ مکروہ اوقات کے علاوہ میں نفل نماز جب چاہے پڑھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا، لیکن نفل حج بھی آدمی دیگر ایام میں ادا نہیں کر سکتا!!! وہ بھی حج کے دنوں میں ہی کر سکتا ہے۔ حج ایک ایسی عبادت ہے جو انہی دنوں

میں ادا ہو سکتی ہے، دیگر ایام میں نہیں!!! مکہ میں رہتے ہوئے بھی، کوئی آدمی منیٰ میں جائے، عرفات میں جائے، کنکریاں مارے، کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جو اوقات مقرر ہیں، ان میں یہ افعال کرے گا تبھی حج ادا ہوگا، ورنہ نہیں۔

قربانی کے ایام:

قربانی کے ۱۰/۱۱/اور ۱۲ تین دن ہیں۔ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ ان تین دن کے علاوہ سال بھر میں کبھی نہیں کر سکتے۔ ہدی الگ ہے۔ جس کو اضحیہ کہتے ہیں، ہمارے یہاں دونوں کے لیے قربانی بولا جاتا ہے۔ عربی میں عید کے موقع پر جو ہوتی ہے اس کو اضحیہ کہتے ہیں، اور حاجی لوگ جو کرتے ہیں وہ ہدی کہلاتی ہے۔ اور ہم اردو میں دونوں کو قربانی کہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ قربانی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ اس کے تین دن مقرر ہیں، ۱۰/۱۱/ ۱۲۔ آپ دنیا کے کسی بھی کونے میں جاؤ، ان تین دنوں کے علاوہ قربانی نہیں ہو سکتی۔

بچپن کا رواج:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ عشرہ ایسا ہے کہ آدمی ساری عبادتیں اس میں ادا کر سکتا ہے۔ جب کہ اس عشرے کے علاوہ سال بھر میں دوسرا کوئی عشرہ ایسا نہیں ملے گا۔ رمضان کا عشرہ اپنی جگہ پر؛ لیکن اس میں حج اور قربانی ادا نہیں ہو سکتی۔ اس عشرے کی اسی فضیلت کے پیش نظر ان دس دنوں میں ہمارے اکابر کے یہاں عبادت کا بڑا اہتمام تھا، ہم لوگ عبادات کے معاملے میں بھی رسم و رواج کے پابند ہیں۔ بچپن سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ شب براءت میں عبادت کریں گے۔ حالاں کہ شب براءت کے سلسلے میں حدیث میں جو روایات وارد ہوئی ہیں، وہ اتنی اونچی اور صحت کے درجے کو پہنچی ہوئی نہیں ہیں۔ اور ایک

بہت بڑی جماعت آج ایسی ہے، جو شب براءت کو کسی بھی حال میں ماننے کے لیے تیار نہیں ہے، غیر مقلدین کی جماعت۔ اور جن روایات سے شب براءت کے فضائل ثابت ہوتے ہیں وہ حسن لغیرہ ہیں۔

اتنا اہتمام......:

جن احادیث سے احکام ثابت ہوتے ہیں ان کے چار درجے بتائے ہیں: صحیح لعینہٖ، صحیح لغیرہ، حسن لعینہ، حسن لغیرہ۔ تو دلیل کے اعتبار سے جو روایات آخری درجے کی ہیں، ایسی روایات سے شب براءت کی عبادت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس کا ہم اتنا اہتمام کرتے ہیں!!! گھروں میں بھی عورتیں جاگیں گی، لوگ بھی جاگیں گے۔ اور اس عشرے کا کوئی اہتمام ہی نہیں!!!

شبِ معراج کی کوئی فضیلت نہیں:

ایک سلسلہ تو ایسا ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں، جیسے: شب معراج۔ معراج تو ہوئی ہے، اور معراج کا ایک حصہ ہے، جس کو اسراء کہتے ہیں، مسجد حرام سے بیت المقدس تک، اس کا تذکرہ تو قرآن میں بھی ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (بنی اسرائیل: ۱) اور اس کے آگے دوسرا part بیت المقدس سے لے کر اوپر آسمانوں میں، اس کا قرآن میں تذکرہ نہیں؛ لیکن بخاری وغیرہ تمام میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اور نماز جیسی عبادت بھی اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر عطا فرمائی۔ وہ سب اپنی جگہ ٹھیک ہے، ثابت ہے۔ لیکن معراج کب ہوئی؟ اور معراج کی رات کی کوئی خاص فضیلت ہے؟ آپ پورے احادیث کے ذخیرے کو اٹھا کر دیکھ لیجیے! شب قدر کی فضیلت ہے، شب

براءت کی فضیلت ہے، ایسی معراج کی رات کی کوئی فضیلت آپ کو قرآن یا حدیث میں نہیں ملے گی۔

معراج کب ہوئی؟ آپ سیرت کی کتاب اٹھا کر پڑھ لیجیے! مہینہ ہی متعین نہیں ہے کوئی ایک مہینہ بتلا رہا ہے، تو کوئی دوسرا مہینہ بتلا رہا ہے۔ اور پھر تاریخ میں بڑا اختلاف ہے!!! ۲۷/رجب لوگ طے ([illegible]) کر بیٹھے ہیں، اور اس میں عوام روزہ بھی رکھتے ہیں، ان کے نزدیک اس کا نام بھی ہزاری روزہ ہے، یعنی اس ایک روزہ کا ثواب ہزار روزے کے برابر!!! حالاں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کا اہتمام ہوتا ہے اگرچہ نہیں کرنا چاہیے، لیکن کر رہے ہیں۔ اور ذوالحجہ کا عشرہ، اتنے مبارک دن، اس کا اتنا اہتمام ہمارے بڑوں نے کیا، صحابہؓ نے کیا، اسلاف نے کیا، آج ہم عبادت کے معاملہ میں رسم ورواج کے پابند ہوگئے ہیں۔

پہلی آزمائش:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی بڑی آزمائش فرمائی۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ (البقرہ: ۱۲۴) (اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو چند چیزوں سے آزمایا) اور ان سب امتحانوں میں حضرت ابراہیم کامیاب ہوئے۔ پہلا امتحان تو اپنی قوم کے ساتھ ہوا، جہاں پیدا ہوئے وہ قوم ہی بتوں کی پوجا کرتی تھی، ابّا کے ساتھ بھی جھگڑے ہوئے، مناظرے ہوئے۔ قوم کو بھی بہت سمجھایا، لیکن نہیں مانی۔ تو ایک موقع پر حضرت ابراہیمؑ نے ان کے بتوں کو بھی توڑ ڈالا، اس پر قوم نے ناراض ہوکر آپ کو آگ میں ڈالنے کا فیصلہ کیا، یہ پہلی آزمائش تھی۔

عجیب بات ہے کہ جب ان کو آگ میں ڈالنے کے لیے سب تیاریاں مکمل ہوگئیں، اور آگ میں ڈالا جا رہا تھا، تو حضرت جبریلؑ آئے اور حضرت ابراہیمؑ سے پوچھتے ہیں: میرے لائق کوئی خدمت؟ یعنی میں اس موقع پر آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟ فرمایا: مجھے تم سے کچھ نہیں کہنا ہے، میرا اللہ میرے حال سے واقف ہے۔ ان کی پیشکش تھی پھر بھی ان کی مدد نہیں لی، پھر قوم نے ان کو آگ میں ڈالا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آگ کو باغ بنا دیا۔ قُلۡنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ (الانبیاء:٦٩) روایات میں آتا ہے کہ جب یٰنَارُ کہا گیا تو اس وقت روئے زمین پر دنیا میں جتنی بھی آگیں تھیں، وہ سب ٹھنڈی ہوگئیں۔

دوسری آزمائش اور اسماعیلؑ کی پیدائش:

آپ عراق میں پیدا ہوئے تھے، پھر شام تشریف لے گئے، قوم کی دشمنی کی وجہ سے وطن چھوڑنا پڑا۔ جب اللہ کے حکم سے وطن چھوڑ کر جانے لگے، تو بادشاہ کو معلوم ہوا کہ یہ نکل گئے ہیں، تو آپ کو پکڑنے کے لیے آدمی بھیجے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ شام گئے، وہاں حضرت ابراہیمؑ کو ابھی کوئی اولاد نہیں ہوئی، دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی حضرت سارہؓ، ان سے بھی ابھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اسی بیوی کے ساتھ جا رہے تھے، آزمائش کا شکار ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے اسی کے بعد حضرت ہاجرہؓ بھی عطا فرمائیں۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی: رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (الصّٰفّٰت:١٠٠) (اے اللہ! مجھے نیک اولاد دے) باری تعالیٰ فرماتے ہیں: فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ (الصّٰفّٰت:١٠١) (ہم نے بردبار بچے کی بشارت سنائی) حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔

تیسری آزمائش:

جس وقت حضرت اسماعیل پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی عمر چھیاسی (۸۶) سال کی تھی، اندازہ لگاؤ! چھیاسی سال کی عمر میں جب پہلا بچہ ہو، تو اس باپ کو اس بچے کے ساتھ کیسی محبت ہوگی؟ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہوا کہ آپ کو اِن کو لے کر یہاں سے دوسری جگہ جانا ہے، ابھی یہ نہیں کہا کہ چھوڑ کر آنا ہے یا لے کر جانا ہے۔ کہاں جانا ہے؟ تو جبریلؑ آ رہے ہیں، جبریلؑ کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ ان کو لے جاؤ۔ تو حضرت جبریلؑ حضرت ابراہیم، ان کی بیوی حضرت ہاجرہؓ اور چھوٹے بچے اسماعیلؑ کو لے کر نکلے۔ جہاں کوئی سرسبز میدان آتا حضرت ابراہیمؑ پوچھتے: یہاں؟ تو حضرت جبریلؑ کہتے: نہیں، آگے۔ چلتے چلتے وہاں پہنچے جہاں اِس وقت کعبہ ہے۔ وادیٔ غیر ذی زرع۔ وادی اس جگہ کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے بیچ میں ہو، پہاڑوں کے بیچ کا ایسا میدان جہاں ایک تنکا بھی نہیں تھا، سبزہ کچھ نہیں۔ وہاں جب پہنچے تو حضرت جبریلؑ نے کہا: یہاں آپ کو رکنا ہے۔ وہاں صرف کعبہ کا نشان تھا، ٹیلہ (ટેકરી) تھا۔ ان کے پاس کھجور کا ایک تھیلا تھا، اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔

چوتھی آزمائش:

اب اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ ان کو یہاں چھوڑو، اور نکلو۔ اب تک اللہ کا حکم نہیں آیا تھا کہ اِن کو یہاں چھوڑ کر آپ کو آنا ہے، اب وحی آئی کہ ان کو یہاں چھوڑ دو۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی، تو اپنی بیوی سے بھی نہیں کہتے کہ اللہ کا یہ حکم آیا، بس اٹھ کر چل دیے۔ اسی حال میں حکم آتے ہی اٹھے اور چلنا شروع کر دیا، جب چلنے لگے تو حضرت ہاجرہؓ نے پوچھا: یہ کیا کر رہے ہیں؟ پیچھے پیچھے دوڑیں کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ جواب ہی نہیں دے

رہے ہیں، کہاں جا رہے ہیں؟ کہاں جا رہے ہیں؟ دو تین مرتبہ پوچھا، جب جواب نہیں دیا تو خود حضرت ہاجرہؑ کے دل میں خیال آیا، تو پوچھا کیا اللہ کا حکم ہے؟ کہا کہ ہاں! اللہ کا حکم ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اللہ کا حکم ہے، تو حضرت ہاجرہؑ نے فوراً کہا: **إذن لن يضيعنا**۔ (تب تو اللہ کبھی ہمیں برباد نہیں کرے گا) دیکھو! ایک عورت کا ایمان!!! کہاں چھوڑا تھا؟ وہاں کوئی انسان نہیں تھا، کوئی آبادی نہیں تھی، پرندہ بھی نہیں، پانی نہیں، تو پرندہ کہاں سے ہوگا؟ آج تو ہمیں اگر سورت شہر میں ہمارا فلیٹ ہے اور اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر کہیں جانا ہو، تو دل میں سو (۱۰۰) وسوسے آتے ہیں کہ کیا ہوگا؟ ارے کیا ہوگا؟ یہ پینتالیس لاکھ کی اتنی بڑی آبادی، اور اس میں اڈاجن پاٹیا کا اتنا بڑا علاقہ، اتنے بڑے بڑے اپارٹ مینٹ، اور اس میں آپ کا فلیٹ جس بلڈنگ میں ہے، اس میں تو دوسرے اور پچاس فلیٹ ہیں، پھر بھی دل میں ہوتا ہے کہ میں بیوی بچوں کو اکیلے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ ان کو وہاں چھوڑ کر آئے۔ کتنی بڑی قربانی تھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک!!! اللہ کا حکم تھا تو ان کو چھوڑ کر واپس آگئے؛ لیکن اللہ ہی کے حکم کی وجہ سے تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد ان کی خبر لینے کے لیے شام سے مکہ مکرمہ آتے تھے۔

بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ ہمت سا ماں کر:

جب حضرت اسماعیلؑ بڑے ہوئے، ان کے ساتھ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے، تو پھر خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھلایا گیا کہ انھوں نے گویا حضرت اسماعیلؑ کو لٹایا اور ان پر چھری چلا رہے ہیں۔ ایک منظر (scene) خواب میں اس انداز کا دکھایا گیا۔ چوں کہ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، پہلے دن دیکھا۔ دوسری مرتبہ دیکھا تو یقین ہو گیا

تو اب ارادہ کرلیا کہ اس پر عمل کرنا ہے۔ لیکن اس سے پہلے خود ان کے سامنے **فلما بلغ معه السعی قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تریٰ** (الصّٰفّٰت: ۱۰۲) حضرت اسماعیلؑ جب اپنے ابا کے ساتھ چلنے پھرنے کے لائق عمر کو پہنچ گئے، تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا: بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ گویا ایک منظر دیکھا، ذبح کر نہیں دیا، ذبح کر رہا ہوں، چھری چلا رہا ہوں، ایسا میں نے دیکھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے سامنے صرف خواب کا تذکرہ کیا، معلوم کرنا چاہا۔ حضرت ابراہیمؑ بیٹے کا بھی امتحان لینا چاہتے تھے کہ ان کا کیا خیال ہے؟ یہ نہیں کہ وہ ہاں کہے تو ذبح کریں گے، ورنہ نہیں۔ وہ بھی تو ان کا بیٹا تھا!!! کیا کہا؟ **یٰابت افعل ما تؤمر** (الصّٰفّٰت: ۱۰۲) اے ابا جان! اللہ کی طرف سے آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریے۔

پئے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبر:

ابراہیمؑ تو کہہ رہے ہیں خواب دیکھا، اسماعیلؑ کہہ رہے ہیں جو حکم دیا گیا۔ یہ نہیں کہا کہ ابا جان! آپ نے تو خواب دیکھا ہے، خواب و خیال کا کیا اعتبار؟ محض اس خواب کی بنیاد پر آپ اپنے اتنے لاڈلے بیٹے کو ذبح کر دیں گے!! اللہ نے اتنی عمر میں آپ کو اولاد دی، آپ ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے !!! کچھ نہیں!!! اپنی آمادگی ظاہر کی۔ چناں چہ وہ ذبح کرنے کے لیے منیٰ کے میدان میں لے گئے، باقاعدہ لٹایا، اور چھری چلانا شروع کیا؛ لیکن چھری کام نہیں کر رہی ہے۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے جنت سے مینڈھا بھیجا، اور حضرت اسماعیلؑ کی جگہ اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ وہ چھری چلاتے تھے؛ لیکن اس نے کام نہیں کیا۔ اسی پر اللہ کی طرف سے انعام دیا گیا: **قد صدقت الرؤیا** (الصّٰفّٰت: ۱۰۵) خواب میں

یہ نہیں دیکھا تھا کہ حضرت اسماعیلؑ ذبح کر دیے گئے، خواب میں تو اتنا ہی دیکھا تھا کہ ان پر چھری چلا رہے ہیں چکی۔ خواب میں جو منظر تھا اتنا ہو بہ ہو بیداری میں آگیا۔ خواب برابر ہے، آگے اس میں ذبح ہونے کا تذکرہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو جو امتحان لینا تھا وہ ہو گیا۔ اسی کی یاد میں ہم پر قربانی عائد ہوئی ہے۔

ہمیں غیرت آنی چاہیے:

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال قربانی کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ سے روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے، چتکبرے، سینگ والے۔ ایک اپنی طرف سے، اور ایک اپنی امت کے لوگوں کی طرف سے۔ ذرا ہمیں بھی غیرت آنی چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہماری طرف سے قربانی کریں، اور ہم طاقت ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی نہ کریں!!! حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہر سال قربانی کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جن کو وسعت دی ہے، ان کو تو چاہیے کہ وہ اپنی قربانی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کا اہتمام کریں۔

قربانی کے جانور کی خدمت:

قربانی کے جانور کی باقاعدہ خوب خدمت ہونی چاہیے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرات صحابہؓ کا معمول تھا کہ اپنی قربانی کے جانوروں کی اتنی خدمت کرتے تھے کہ ان کو خوب فربہ بناتے تھے۔ اور ایسا جانور ہی پسند قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے بزرگوں کے یہاں اس کا اہتمام ہوتا تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ کا واقعہ:

حضرت شیخ الہندؒ کے متعلق ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ نے سنایا کہ گائے کی قربانی کرتے تھے، تو اس گائے کو اپنے پاس بٹھا کر کھلاتے تھے، اور روزانہ اس کو دودھ جلیبی کھلاتے تھے۔ پڑھانے کے لیے جب مدرسہ میں جاتے، تو وہ گائے ساتھ ساتھ آتی تھی، آپ درس گاہ میں جاتے، وہ باہر بیٹھی رہتی، پڑھا کر نکلتے، پھر ساتھ میں آتی اور گھر جاتی۔ اور عید کے دن جب قربانی کا وقت آتا تو روتے جاتے تھے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے اور اس کو ذبح کرتے۔ ایسا تعلق ہو جاتا گائے کے ساتھ۔ اور پھر اسی دن آئندہ سال کے لیے دوسری خریدتے، اور سال بھر اس کی خدمت کرتے۔ ہم تو آدھے گھنٹے کے لیے بھی خدمت کے لیے تیار نہیں، دوسرے کے گھر بندھوا دیتے ہیں، اور چارے کے نام سے دو تنکے بھی ڈالنے کے روادار نہیں ہوتے۔ خیر! اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول کرے۔

اس عشرے کا استقبال:

علماء نے لکھا ہے کہ اِس عشرہ کا استقبال کون سے عمل سے کریں؟ تو فرمایا کہ توبہ اور استغفار سے کریں۔ پہلا کام یہ کریں کہ صلاۃ التوبہ پڑھ کر اپنے گناہوں سے معافی مانگ کر اس عشرہ کے اعمال صالحہ کو انجام دینے لیے اپنے آپ کو پاک وصاف کرلیں۔ ہم ظاہری طور پر تو غسل کر کے دھلے ہوئے کپڑے پہن لیتے ہیں؛ لیکن اندر کے میل کو دور کرنے کی طرف دھیان جاتا نہیں ہے۔ حالاں کہ پہلا کام وہ کرنا چاہیے۔ اس لیے اس عشرہ کا پہلا عمل یہ ہو۔